OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

اسلام اور بلوچستان کے پشتون معاشرے میں عورت کے حقِ میراث کا تقابلی جائزہ

Comparative evaluation of the right of inheritance of women in Islam and Pashtun society of Balochistan

Dr. Paree Gul Tareen
Lecturer, Department of Islamic Studies, Sardar Bahadur Khan Women's University Balochistan Queeta.
Email: pareegul563@gmail.com

Aleena Shakeel
Lecturer, Department of Islamic Studies, Sardar Bahadur Khan Women's University Balochistan Queeta.
Email: binteshakeel2017@gmail.com

Miss. Gul Mina
Lecturer, Department of Islamic Studies, Sardar Bahadur Khan Women's University Balochistan Queeta.
Email: gulminakakar1717@gmail.com

Received on: 13-07-2024 Accepted on: 14-08-2024

Absrtact

Since the beginnig of life on, Allah has created man and woman to fullfil each other' needs. He provided them with sustenance for their basic requirements. These requirments are the same for both of them.Just as a man needs to eat, drink,wear clothes and have a place to live,so does a woman.Among these rights to living is the right of inheritance.Every religion of every era has granted this privilege to man but Islam is the one and only religion that has accorded women an equal status. Allah established the right of inheritance for women in every circumstances, let her be a mother, a sister or a daughter. However, does this society of ours comply with this obligation? does a mother in our society receive her share of inheritance? does a brother give his sister her share? Does a husband reserve a portion of his property for his wife or does he deprive her of her right? Ifthe wife is deprived, on what grounds does this happen?

Keywords: Comparative evaluation, Right of inheritance of women in Islam, Pashtun society, Balochistan.

اسلام سے پہلے عرب اور عجم کی قوموں میں یتیم بچے اور صنفِ نازک عورتیں ہمیشہ طرح طرح کے ظلم و ستم کا شکار رہے ہیں، اوّل تو ان کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا اور اگر کوئی حق مان بھی لیا جاتا تو اس کو جاہل مردوں سے وصول کرنا اور پھر اس مال کو مردوں سے اپنے پاس محفوظ کرنا ناممکن تھا کیوں کہ عورتیں اس مال کو محفوظ کرنے پر قدرت ہی نہیں رکھتیں تھیں۔ دورِ جاہلیت میں میراث کی بنیاد تین چیزوں پر

تھی۔ ''نسب، تبنی اور معاقدۃ۔'' سب سے پہلے نسب تھا مگر نسب کی وجہ سے صرف ان لوگوں کو حصہ ملتا تھا جو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر مالِ غنیمت جمع کریں۔ یہ تو ظاہری بات ہے کہ صنفِ ضعیف بچے اور عورتیں اس اصول پر پوری نہیں اتر سکتیں تھیں۔ اس لیے اس قانون کے سبب اگر بالغ ہو تو وہ بھی وراثت کا حقدار ہو سکتا ہے لیکن اگر نابالغ ہو تو وہ وراثت کا حقدار نہیں ہوتا تھا۔ دوسرا تبنی تھا (متبنی) یعنی بیٹا بنالینا۔ مرنے کے بعد وہ متبنیٰ اس کے میراث کا حقدار ہوتا تھا، جیسا کہ ہندوؤں میں اس کا رواج تھا، کیوں کہ اس وقت کی جاہلیت کی حد اتنی تھی کہ وہ اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ اس غیر نسب لڑکے کو اپنا مالِ وراثت دینے کے لیے راضی ہوتے اور بیٹے جو کہ اس جاہل باپ کی اولاد تھی۔ اس لیے وہ بھی اس کو خاموش منہ ادا کر لیتے تھے۔ تیسرا یہ کہ عہد و حلف یعنی اس قسم کے اصول کہ ایک شخص کسی دوسرے بالغ لڑکے کے ساتھ یا پھر دو بالغ مرد آپس میں عہد کر لیتے تھے کہ میرا خون تمہارا خون، میری جان تیری جان، میرے خون کا رائگاں جانا تیرے خون کا رائگاں جانا ہے۔ میں تیرا وارث اور تو میرا وارث ہے، میرے بدلے تو پکڑا جائے گا اور تیرے بدلے میں پکڑا جاؤں گا۔ جب دونوں اشخاص آپس میں یہ عہد و پیمان کر لیتے تو وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث ہوتے۔ ١؎ واضح یہ ہوا کہ اسلام سے پہلے عورت کو میراث میں حصہ نہیں دیا جاتا تھا لیکن جب عرب میں اسلام کا سورج طلوع ہوا اور ہر طرف اسلام کی روشنی پھیلی تب جاہلیت کی اس رسم کا خاتمہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام سے عورت کا حصہ مقرر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء آیت نمبر ۷ میں ارشاد فرماتے ہیں :

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَ لِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ "٢؎ "

ترجمہ: "مردوں کا بھی حصہ مقرر ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ مقرر ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے، تھوڑا ہو یا بہت حصہ مقرر ہے۔"

''مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ'' ان دو لفظوں نے وراثت کے دو بنیادی اصول بتلا دیئے، ایک رشتہ ولادت، جو اولاد اور ماں باپ کے درمیان ہے، اور جس کو لفظ وَالدان سے بیان کیا گیا ہے، دوسرے عام رشتہ داری جو لفظ اقربون کا مفہوم ہے، کہ لفظ ''اقربون'' ہر قسم کی قرابت اور رشتہ داری پر حاوی ہے، خواہ وہ رشتہ باہمی ولادت کا ہو جیسے اولاد اور ماں باپ میں، یا دوسری طرح کا جیسے عام خاندانی رشتوں میں، یا وہ رشتے جو ازدواجی تعلق سے پیدا ہوئے ہیں، لفظ ''اقربون'' سب پر حاوی ہے، لیکن والدین کو ان کی اہمیت کی وجہ سے بطورِ خاص جدا کر دیا گیا، پھر اس لفظ نے یہ بھی بتلا دیا کہ مطلق رشتہ داری وراثت کے لیے کافی نہیں، بلکہ رشتہ میں اقرب ہونا شرط ہے، کیوں کہ اگر اقربیت کو شرط نہ بنایا جائے تو ہر مرنے والے کی وراثت پوری دنیا کی تمام انسانی آبادی پر تقسیم کرنا ضروری ہو جائے گا، کیوں کہ سب ایک ماں باپ آدمؑ و حواؑ کی اولاد ہیں، دور و قریب کا سب میں کچھ نہ کچھ رشتہ موجود ہے، یہ اوّل تو امکان سے باہر ہے، دوسرے اگر کسی طرح کوشش کر کے اس کا انتظام بھی کر لیا جائے تو متروکہ مال کسی کے کام نہ آئے گا، اس لیے ضروری ہوا کہ جب وراثت کا مدار رشتہ داری پر ہو تو اصول یہ بنایا جائے کہ قریبی رشتہ دار کو بعید پر ترجیح دے کر اقرب کے ہوتے ہوئے بعید کو حصہ نہ دیا جائے، ہاں اگر کچھ رشتہ دار ایسے ہوں جو بیک وقت سب

کے سب اقرب قرار دیئے جائیں، اگرچہ وجوہ اقربیت ان میں مختلف ہوں تو پھر یہ سب مستحق وراثت ہوں گے، جیسے اولاد کے ساتھ ماں باپ یا بیوی وغیرہ، کہ یہ سب اقرب ہیں، اگرچہ اقربیت کی وجوہ مختلف ہیں۔

یعنی "اقربون" سے یہ بات واضح ہوئی کہ جس طرح مردوں کو مستحقِ وراثت سمجھا جاتا ہے اسی طرح عورتوں اور بچوں کو بھی اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا، جس طرح لڑکا ماں باپ کی اولاد ہے، اسی طرح لڑکی بھی انہی کی ہی اولاد ہے۔ اسی طرح مولانا طارق جمیل صاحب نے اپنی کتاب "خواتین کے لیے اصلاحی بیانات" میں لڑکی کے حصے کی اہمیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"عربوں میں عورتوں کو حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ قرآن میں سوال ایسا ہونا چاہیے تھا کہ عورتوں کو یا اللہ! کتنا حصہ ملے گا، کہ عورت کو لڑکے کا آدھا دیا جائے گا لیکن قرآن نے سوال ایک عجیب انداز میں بیٹوں کو یوں بیان کیا جیسے ان کا حصہ ہے ہی نہیں پتہ نہیں کتنا ہوگا؟ ہم نے لڑکیوں کا حق ثابت کر دیا کہ دو لڑکیوں کو جتنا ملنا چاہیے، اتنا ایک لڑکے کو دے دیا جائے۔"[۳]

اس آیت میں ایک لفظ "نصیباً مفروضً" آیا ہے یعنی اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مختلف وارثوں کے مختلف حصے قرآن نے مقرر فرمائے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں، کسی بھی انسان کو اس میں ردوبدل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کوئی شخص جس کی اپنی وراثت ہے وہ بھی اپنی جائیداد میں سے ایک تہائی کی وصیت کر سکتا ہے، اس کے علاوہ اجازت نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کو اپنے شرعی حصہ کا مستحق قرار دے کر ان کے حق میں کمی اور نقصان پہنچانے کی سخت ممانعت کی، اسلام میں شروع شروع میں میراث کے دو اسباب تھے، ان اسباب کی بنیاد پر میراث کو تقسیم کر دیا جاتا تھا وہ یہ تھے: "ایک ہجرت، دوسرا مواخاۃ۔"[۴] پہلا یعنی ہجرت اس طرح کے جب کوئی صحابی ہجرت کرکے آتا تو دوسرا مہاجر ہی اس کا وارث ہوتا، اگرچہ وہ ہجرت کرنے والا اس کا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، ہجرت نہ کرنے والا کبھی ہجرت کرنے والے اصحاب کا وارث نہیں ہو سکتا تھا۔ چاہے وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرا یعنی مواخاۃ۔ جس کے معنی اسلامی بھائی چارہ کے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو محمد ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارہ قائم کر دیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بھائی اور وارث ہوتے۔ اسلام نے زمانہ جاہلیت کی رسم اور شروعِ اسلام کے قانون کو منسوخ کر دیا۔ اور وراثت کے قانون کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی:

"اول نسب یعنی اولاد اور والدین، دوم نکاح یعنی خاوند اور بیوی، بوجہ نکاح کہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ اور تیسرا یعنی باندی اور غلام کی آزادی کی بنا پر، آقا اپنے آزاد کردہ غلاموں اور باندیوں کا اور آزاد شدہ غلام اور باندی اپنے آزاد کرنے والے آقا کی میراث کے وارث ہیں۔"[۵]

قرآن پاک میں عورت کا حصہ:

۱۔ بیٹی کا حصہ: اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱ میں فرمایا:

" يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط۔"[۶]

”ترجمہ: حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے، پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لیے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا، اور اگر ایک ہی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔ “

بیٹی کے ترکہ پانے کی تین صورتوں کے بارے میں مولانا سید شوکت علی لکھتے ہیں :

”اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو 1\2 ملے گا اور اگر میت کی دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہو تو ان سب کو 2\3 ملے گا اور اگر میت کی بیٹی یا بیٹیوں کے ساتھ ایک بیٹا یا کئی بیٹے ہو تو اس حالت میں ان کو بیٹوں کا آدھا ملے گا۔“ ۷

۲۔ماں کا حصہ : اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی اسی آیت میں ماں کے حق کی تین حالتیں بیان کی ہیں:

”وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنْ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ“ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلَدٌ“ وَّ وَرِثَہٗ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ فَاِنْ کَانَ لَہٗ اِخْوَۃٌ“ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ۔ ۸

ترجمہ: ”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لیے دونوں میں سے حصہ ہے اس مال سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کے اولاد ہے اور اگر اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی پھر اگر میت کے بھائی ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ۔“

اوّل یہ کہ مرنے والے کی اولاد اور بھائی، بہن نہ ہو، اور ماں باپ موجود ہو، اس حالت میں ماں کو تہائی ۱/۳ حصہ ماں کو ملے گا۔ دوم یہ کہ میت نے والدین دونوں زندہ چھوڑے ہو اور اولاد بھی ہو، چاہے ایک ہی لڑکا یا لڑکی ہو۔ اس حالتمیں ماں کو بھی چھٹا حصہ ملے گا۔ سوم یہ کہ مرنے والے کی اولاد تو نہ ہوں، لیکن بھائی، بہن ہوں، جن کی تعداد دو ہو، چاہے دو بھائی ہو، چاہے دو بہنیں ہو یا دو سے زیادہ ہو، اس حالت میں بھی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

۳۔بیوی کا حصہ : بیوی کے حصے کو اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں آگے ارشاد فرمایا ہے :

”وَلَھُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکْتُمْ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّکُمْ وَلَدٌ“ فَاِنْ کَانَ لَکُمْ وَلَدٌ“ فَلَھُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکْتُم۔“ ۹

ترجمہ: ”اور عورتوں کو چوتھائی مال اس سے جو چھوڑ مرو تم، پھر اگر نہ ہو تم کو اولاد اور پھر اگر تم کو اولاد ہے تو ان کو آٹھواں حصہ اس سے جو کچھ تم نے چھوڑا۔“

عورت کا بیوی ہونے کی حالت میں حق میراث کی تعین مولانا شوکت علی قاسمی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

”پہلی یہ کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی بھی اولاد نہیں چھوڑی ہو تو بیوی کو چوتھائی حصہ ملے گا اور لیکن اگر شوہر نے کوئی اولاد چھوڑی ہو اور خود اس بیوی سے ہو یا پھر کسی دوسری بیوی سے ہو تو اب بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔“ ۱۰

۴۔بہن کا حصہ : سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۶ میں اللہ تعالیٰ نے کلالہ کے میراث کو بیان کیا ہے۔ کلالہ کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہن کے حصے کو واضح کر دیا ہے۔ لغت میں کلالہ ایسے مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے جس کی مذکر اولاد نہ ہو۔ جب کہ اصطلاح میں ایسے مرد یا عورت کو کہا جاتا ہے، جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔ ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے :

" اِنِ امْرُؤٌ" ا هَلَکَ لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ" وَّلَہٗٓ اُخْتٌ" فَلَھَا نِصْفُ مَا تَرَکَ وَھُوَ یَرِثُھَآ اِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھَا وَلَدٌ"فَاِنْ کَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَھُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ط۔"[11]

ترجمہ:"اگرایک مرد مر گیا کہ اس کو بیٹا نہیں اور اس کو ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ رہے اس کو بیٹا، پھر اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی جو کچھ چھوڑ مرا۔ "

اس آیت میں عینی یا علاتی بہن کے حصے کو واضح کیا ہے، یعنی اگر کوئی شخص مرد و عورت ہو جس کی نہ ماں ہو نہ باپ اور نہ کوئی اولاد ہو۔ صرف ایک عینی یا علاتی بہن ہو تو اس بہن کو اس کے ترکہ میں سے نصف حصہ ملے گا، لیکن اگر اس شخص کی دو یا دو سے زیادہ عینی یا علاتی بہنیں ہو تو ان سب کا حصہ میت کے ترکہ میں دو تہائی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اخیافی بہن کے حصے کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

وَ اِنْ کَانَ رَجُلٌ" یُّوْرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امْرَاَۃٌ" وَّلَہٗ اَخٌ" اَوْاُخْتٌ" فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا السُّدُسُ فَاِنْ کَانُوْآ اَکْثَرَمِنْ ذٰ لِکَ فَھُمْ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ۔"[12]

ترجمہ:"اور جس مرد کی میراث ہے، باپ بیٹا نہیں رکھتا یا عورت کا اور اس کا ایک بھائی ہے یا بہن تو دونوں میں ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، پھر اگر زیادہ ہوئے اس سے تو سب شریک ہیں ایک تہائی میں۔

اور اس آیت میں بھی بہن کے حصے کی ہی بات کی گئی ہے مگر اس میں اخیافی بہن کو بیان کیا گیا ہے، یعنی کہ وہ شخص جس کے نہ ماں باپ ہو اور نہ کوئی اولاد ہو تو اگر اس شخص کی ایک اخیافی (ماں شریک) بہن ہو تو اس کلالہ کے مال میں سے اس بہن کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ اخیافی بہن ایک سے زیادہ ہو تو وہ ایک تہائی میں برابر کے حصے دار ہو گے۔

۱۔ بلوچستان کے پشتون معاشرے میں عورت کا حقِ میراث:

آج ہمارے پشتون معاشرے کے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ عورت ماں بھی ہے، بیوی بھی ہے، بہن بھی ہے، اور بیٹی بھی ہے۔ لیکن کیا آج ہما رے پشتون معاشرے میں اس کو وہ اہمیت حاصل ہے، جس کی وہ حقدار ہے۔ مرد عورت کو کمزور سمجھتا ہے اور پھر ہر دور اور ہر مذہب کے لو گوں نے عورت سے اس کا حق چھینا۔ لیکن اسلام ایک ایسا واحد مذہب ہے جس نے عورت کو اس کا صحیح مقام و مرتبہ دیا، اسے عزت و توقیر عطا کی۔ اسلام نے عورت کو ہر ظلم سے آزاد کرایا۔ لیکن آج اگر ہم اپنے پشتون معاشرے میں اپنے ارد گرد دیکھے تو ہمیں آج پھر عورت زمانہ جا ہلیت کے روپ میں نظر آتی ہے۔ جدید تہذیب نے عورت کو جو مقام دیا ہے، وہ اسلام اور معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتا جا رہا ہے۔ اسلام نے عورت کو علم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے اور مرد کی طرح عورت کو بھی جائیداد میں اس کو حق دار قرار دیا اور مغربی رسم و رواج سے روکا۔ لیکن اس کے باوجود آج ہمارے معاشرے کے لوگوں میں بھی ہندوانہ رسومات نے جگہ لے لی ہے۔ اب یہ رسومات ہمارے معاشرے میں آگے سے آگے بڑھتے جا رہے ہیں، جب کہ اسلام کہتا ہے کہ اگر عورت ایک لڑکی کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہے تو اس کی کمائی پر واحد اسی کا حق ہے، باپ کا نہیں۔ اگر عورت ایک بیوی ہے، تب بھی کمائی اس کی ہے، شوہر ساس، سسر کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس کی تنخواہ کو اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔ بلکہ یہ عورت کا حق ہے کہ وہ جہاں چاہے، جس طرح چاہے، جب چاہے اپنے مال پر پورا پورا حق رکھتی ہے، وہ کسی کی پابند نہیں۔

ا۔انٹریو: مفتی طارق مسعودؒ نے دورِ جدید کے بارے میں اپنے انٹریو میں کچھ یوں بیان کیا ہے :

''آج بہنوں سے وراثت ہضم کر دی جاتی ہے، ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ کسی مسلمان کا مال دوسرے مسلمان کے لیے حلال نہیں، جب تک کہ وہ دل کی راضامندی سے نہ دے دے، محض عورت کی زبان کے کہنے سے وراثت معاف نہیں ہوتی۔ سورۃ النساء کی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عورت کے زبردستی مالک بننے سے منع کیا ہے۔ جب تک کہ وہ خوشی سے راضی نہ ہو۔''۱۳

لیکن اسلام کی اتنی زیادہ تلقین کے باوجود اور عورت کا اتنا علم حاصل کرنے کے باوجود، اپنے حقِ میراث کا نہ مطالبہ کر سکتی ہے، اور نہ اس کو اپنے حق میراث کا مطالبہ کرنے کی اجازت معاشرہ دیتی ہے۔ پہلے تو عورت کی پیدائش پر معاشرہ روتا ہے، اس دن سے لے کر، مرنے تک اس کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اس کو پال پوس کر پرورش کرنا، اس کو تعلیم دینا بوجھ سمجھتے ہیں۔ وہ عورت کو کسی اور کے گھر کی خوشی سمجھتے ہیں۔ تو اس حال میں کیوں کر کوئی اس کو میراث کا مطالبہ کرنے دے گا، میراث میں سے پہلے تو عورت کو کچھ نہیں ملتا، اگر کچھ مل بھی جاتا ہے پھر وہ عورت اس حق کو خود بھائی سے لینے سے شرماتی ہے، اور آخر وہ اپنے حقِ میراث کا جتنا حصہ نکل جاتا ہے اسے بھائی کو چھوڑ دیتی ہے۔ جب کہ مولانا عبدالرؤف نے اپنی کتاب ''وراثت کی تقسیم'' میں اس مال کو معاف کرنے کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے :

''بعض لوگ بہت زیادہ دین دار بنتے ہیں، وہ بہنوں سے ان کے حصہ کی اپنے حق میں دست برداری کرا لیتے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے حصہ میراث سے ہمارے حق میں دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ بہنیں زبانی طور پر اپنا حصہ میراث چھوڑتے ہوئے یہ کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے اپنا حصہ میراث آپ کے حق میں چھوڑ دیا۔ اور ہم دست بردار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد یہ بیٹے سمجھتے ہیں کہ اب ہم اکیلے ہی اس میراث کے حق دار ہیں، بیٹیاں اور بیوی سب محروم ہو گئے۔ یاد رکھیے! اس طرح زبانی دست برداری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور اس کے ذریعے بہنوں کا حصہ میراث بھائیوں کی ملکیت میں نہیں آتا، اور ان بھائیوں کے لیے بہنوں کا حصہ حلال نہیں ہوتا کہ وہ بہنوں کے حصہ میراث کو اپنے استعمال میں لائے۔''۱۴

عورت نہ بیٹی کی حیثیت سے کچھ پا سکتی ہے اور نہ بیوی کی حیثیت سے۔ آج ہمارے بلوچستان کے پشتون معاشرے میں بعض لوگوں میں بالکل دورِ جاہلیت کی طرح عورت کو اس کا حق نہیں دیتے۔

۲۔ پشتون معاشرے میں عورتوں کو محروم رکھنا :

عورت کو جب کہ خود اسلام نے عظیم مقام دے دیا ہے اب صرف اللہ تعالیٰ کے لیے سوچا جائے، کہ خود انسانیت کا یہی تقاضا ہے، محبت و ہمدردی کا یہی انجام ہے اور اخلاق کی عدالت کا یہی فیصلہ ہے پھر یہ بھی پیشِ نظر رکھنے کی کوشش کی جائے کہ غریب و بے کس عورت کے دل سوزیوں کا وبال کس کے سر ہو گا؟ اس کے گرم گرم اور بڑے بڑے آنسو جو آنکھوں سے جاری ہے کیا رنگ لائے گی، یقین کیجئے اسلام ایسی بے خلقی اور بے عزتی و لاپرواہی کی اجازت نہیں دیتا وہ ایسی سنگ دلی کو برداشت نہیں کرتا بلکہ اعلان کرتا ہے کہ عورت کو اس کا حق

دو۔ بلوچستان کے پشتون معاشرے میں عورت کو اس حق سے محروم رکھا جاتا ہے، اس کے بارے میں مولانا ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

"اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ اولاد کے والدین پر دو قسم کے حقوق ہیں، ایک تو اخلاقی حق اور دوسرا قانونی حق، جو اسلامی حکومت اسلامی قانون کے تقاضوں کے مطابق پورا کرنے پر والدین کو مجبور کر سکتی ہے۔ ان میں سے سر فہرست میراث ہے، میراث میں اللہ تعالیٰ نے مرد او ور عورت دونوں کا حصہ مقرر کیا ہے مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں وراثت کا حقدار صرف لڑکوں کو سمجھا جاتا ہے، اور عام طور پر لڑکیوں کو حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا سخت گناہ بھی اور جرم بھی، جس کی اسلامی قانون کے مطابق سزا دی جا سکتی ہے۔" ۱۵

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میراث میں عورت کا حصہ مقرر ہے۔ اگرچہ وہ ایک بیٹی ہو یا بہن ہو یا پھر عورت کسی کی ملکیت یعنی بیوی ہو یا کسی کی ماں ہو ہر صورت میں عورت کا حصہ مقرر ہے۔ بالکل اسی طرح ہمیں بہت سی حدیثوں سے ملتا ہے کہ مسلمان کا دوسرے مسلمان پر پہلا حق یہ ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں۔ اب اس میں ہر قسم کا ظلم آتا ہے، وہ ظلم جسمانی ہو یا مالی یعنی جس طرح کسی مسلمان کو ناحق جسمانی اذیت پہنچانا یا مالی نقصان میں مبتلا کرنا حرام ہے۔ مالی نقصان یعنی کسی کا مال بے اس کی اجازت کے خرچ نہ کرو اور نہ اس کو کھاؤ، اب عورت کو میراث نہ دینا ایک واضح ظلم ہے۔ کیوں کہ جس طرح ایک مرد کے لیے وراثت اس کے لیے کام آسکتا ہے بالکل اسی طرح عورت کا ورثہ بھی اس کا مال ہے۔ اس سے وہ اپنی ضرورت پوری کرتی ہے تو اس مال کو یا تو نہ دینا یا خود اس کو کھا جانا ظلم ہے اور اس محروم رکھنے کی دوسری وجہ عورت کو حقیر سمجھنا۔ ہمیں ہمارے رسولِ پاک ؐ نے کسی کو حقیر سمجھنے سے منع کیا ہے کیوں کہ پہلے تو کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن ہمارے پشتون معاشرے میں عورت کو بہت حقرات کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس لیے عورت حقیر بھی بن گئی، عورت حقیر ہونے کے سبب سب اس کو اس کے حق سے محروم رکھتے ہیں، بعض پشتون معاشرہ اپنے رب سے نہیں ڈرتا، تو ایک حقیر عورت سے کیا ڈرے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے خود اس کا حصہ مقرر کیا، اسے دنیا کے ہر مسلمان پر فرض کیا، لیکن نام کا مسلمان اللہ تعالیٰ سے ڈرتا کب ہے؟ ان میں ایک آدھ ایسا بھی ہے جو سچا مؤمن اور اپنے رب سے ڈرنے والا ہوتا ہے اور عورت کے حقوق پورے کرتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس کو پورا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن دوسرا شخص نہ تو خود اس کے حقوق پورا کرتا ہے بلکہ اس شخص پر ہنستا اور اسے بے غیرت کا نام دیتا رہتا ہے جو اپنی عورتوں کے حقوق پورا کرنے کا پابند ہو۔ یہ تمام مخلوق اللہ کے قبضے میں ہے اور یہ جو بھی نافرمانی کرتے ہیں۔ وہ بھی اور جو اللہ کی فرنبرداری کرتے ہیں وہ بھی۔

۳۔ وراثت میں لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا :

بلوچستان کے پشتون معاشرے میں بعض لوگوں کے قانون وراثت میں رواجِ عام کے مطابق جس میں بیٹی کو وراثت سے محروم قرار دیا گیا ہے۔ لڑکیوں کو حصہ شرعی میراث نہ دینا صریح ظلم و رسم کفار پر عمل کرنا ہے، چوں کہ ہندوؤں میں بچی کو کچھ نہیں دیا جاتا، تو ہندوؤں کے اثر کی وجہ سے ہمارے پشتون معاشرے میں عورتوں کو عام طور پر کچھ نہیں دیا جاتا، ہندوؤں کی اس رسم کو مولانا عبدالرؤف نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے:

"یہ تصور کہ بیٹیوں کو ہم کیوں میراث دیں، یہ ہندوانہ تصور ہے، ہندو تہذیب کے اندر عورت کے لیے کوئی میراث نہیں ہوتی، زندگی میں باپ نے بیٹی کو جو کچھ دے دیا، وہ دے دیا، لیکن باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ ہے وہ سب بیٹوں کا ہے، اس میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، وہی اثر ہماری تہذیب اور ہمارے معاشرے میں بھی پایا جارہا ہے اور اسی ہندوانہ تصور کی بنیاد پر یہ ساری باتیں ہوتی ہیں۔"[۱٦]

مسلمانوں کو پورے طور پر اسلام میں داخل ہونا چاہیے۔ یہ ظالمانہ رسم یعنی لڑکی کو حصہ نہ دینا انہیں چند رواجوں میں سے ہے، جو حقیقت میں زمانہ جاہلیت اور آج کے ہندو معاشرے سے ہمارے معاشرے میں منتقل ہو گئی ہے، بے شک یہ غلط رسم ہے، ہر مسلمان کو میراث کو شرعی طور پر تقسیم کر کے حصہ دینا لازم ہے، جب کہ ہمارے معاشرے میں بعض لوگوں میں یہ رواج ہے، کہ بیوہ اگر دوسرا نکاح کر لے تو اسے میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اس لیے وہ بے چاری اپنا حصہ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی اور عمر بھر بیوگی کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ مرحوم شوہر کے عزیزوں کی وجہ سے شب و روز طرح طرح کے مظالم برداشت کرتی ہے، اس کے علاوہ سندھ کے اندر اب ایک رواج یہ قائم ہے، کہ اگر کسی مرد کی بیوی اس کے اپنے قبیلے سے نہ ہو تو اسے حصہ میراث نہیں دیتے یہ بھی بڑا ظلم اور جہالت ہے، بیوی کا حصہ قرآن نے فرض کیا ہے، خواہ وہ شوہر کے خاندان میں سے ہو یا کسی دوسرے خاندان سے یہ جرم تو اکثر دیندار گھرانوں میں بھی پایا جاتا ہے، کہ بہنوں سے حصہ میراث معاف کرالیتے ہیں، مگر خوب سمجھ لیجئے کہ بہنوں کو معاف کرنے سے ہر گز یہ بری نہیں ہو سکتے، اس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :

"فرمایا باپ کے مرتے ہی جو لڑکیاں آمدنی اور زمین لینے سے انکار کر دیتی ہیں وہ انکار معتبر نہیں، اوّل تو یہ کہ اس وقت صدمہ تازہ ہوتا ہے، صدمے میں اس کو نفع اور نقصان کا خیال نہیں ہوتا، دوسرے جب رواج یہی پڑا ہوا ہے کہ بہنوں کو میراث سے محروم سمجھا جاتا ہے، تو اپنا حق لیتے ہوئے بدنامی سے ڈرتی ہے، تیسرے ان کو اپنے حق کی خبر نہیں ہوتی کہ کتنا ہے، جب صدمے کا وقت گزر جائے، تو ان کو اپنا حق دو، اور کہو یہ آپ کا ہے جو چاہو کرو، کھاؤ یا پھر اس کو صدقہ کرو، یا مسجد بناؤ، پھر دیکھو کتنی لڑکیاں اپنا حق معاف کرتی ہیں۔"[۱۷]

اگر ایک بہن اپنا حصہ بھائی کے لیے نفس کی خوشی سے معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، مگر کچھ حالات میں یہ معاف کرنا شریعت کی نظر میں معتبر نہیں مانا جاتا ایک یہ کہ جاہلیت کے رواج کے مطابق حصہ میراث طلب کرنے کو بہت عیب سمجھنا اور دوسرا یہ کہ بھائیوں اور دیگر لوگوں کے طعنوں سے ڈرنا، تیسرا یہ کہ یہ ایک ظلم ہے، اور یہ ایک ایسا ظلم ہے کہ اس ظلم پر عورت کچھ بول بھی نہیں سکتی، اگر یہ ظلم ایک چھوٹے سے بچے پر بھی کیا جاتا وہ بھی کچھ کر دیتا یا کسی اور کو نقصان پہنچاتا یا خود زخمی ہو جاتا، اس لیے اس کے بارے میں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ان مظلوم عورتوں کے بارے میں لکھا ہے :

"اللہ تعالی کے لیے ان بے زبان مظلوم عورتوں کی آہ سے ڈریئے اور اپنے حال پر رحم کھایئے، کیوں کہ آپ ﷺ نے مظلوم کی بددعا سے ڈرنے کی تلقین کی ہے کیوں کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کسی قسم کا حجاب نہیں یعنی بہت جلدی قبول ہوتی ہے۔"[۱۸]

یہ تو واضح ہو گیا کہ اگر عورت اپنے حق کا مطالبہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن دوسری بات یہ ہے کہ اگر عورت اپنی خوشی سے

معاف کرے تو بھی یہ معاف کرنا اور کرانا گناہ سے خالی نہیں ہے کیوں کہ یہ معاف کرنا شرعی اصول کے خلاف ہے، یعنی بے زبان، مظلوم عورتوں سے ان کا حق لینے کا جو طریقہ ہے وہ باطل ہے۔

۴۔ بہنوں سے ان کا حصہ معاف کرانا :

بلوچستان کے پشتون معاشرے میں وراثت سے متعلق یہ روایت چل رہی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد ان کی اولاد میں سے بھائی اپنی بہنوں، اولاد اور ماں سے یہ لکھوا لیتے ہیں کہ انہیں جائیداد میں حصہ نہیں چاہئے بہن بھائیوں کے محبت کے جذبے میں سرشار ہو کر اپنے حصے سے دستبردار ہو جاتی ہے۔اس طرح باپ کی تمام جائیداد بیٹوں کو منتقل ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے باپ کے جائیداد میں جس طرح بیٹوں کا حق رکھا ہے اس طرح بیٹیوں کا بھی حق رکھا ہے لیکن ہمارے پشتون معاشرے میں بعض لوگ بیٹیوں کو اس حق سے محروم رکھتے ہیں۔اس لیے یہ رواج بن گیا کہ لڑکیوں کو وراثت میں سے حصہ لینا ایک عیب بن گیا ہے۔جب سے پاکستان میں شرعی قانونِ وراثت نافذ ہوا، بھائی لوگ بہنوں سے لکھواتے ہیں کہ انہیں حصہ نہیں چاہئے، یہ طریقہ نہایت غلط ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کے حق میں کیوں دستبردار نہیں ہوتا؟ ہاں اگر دو سال کے بعد وہ اپنے بھائی کو دینا چاہے تو ان کی مرضی ہے ورنہ موجودہ صورتیں حال میں وہ خوشی سے نہیں بلکہ رواج کے تحت مجبوراً چھوڑ دیتیں ہیں۔ کیوں کہ ایک بہت بڑی مجبوری تو یہ ہوتی ہے کہ معاشرہ اس کو طعنے دیتا ہے کہ تم نے اپنے بھائیوں سے جائیداد میں حصہ لے لیا ہے۔ تم کفن کش ہو، بھوکی ہو وغیرہ کہتے رہتے ہیں۔اور معاشرے کے لوگوں کو دیکھ کر بھائی بہن سے کہہ دیتا ہے کہ اگر تم اپنا حق لے جاؤں گی تو پھر تم میرے گھر نہیں آؤ گی کیوں کہ تم اپنا حق لے جا چکی ہو، جگڑے شروع کر دیتے ہیں۔اس بارے میں مولانا عبدالرؤف سکھروی لکھتے ہیں :

"اللہ بچائے۔ بعض بھائی اپنی بہنوں کو جب وہ اپنا حصہ میراث مانگنے لگتی ہیں تو وہ یہ ایذاء دینے والا جواب دیتے ہیں کہ یہ بتاؤ بھائی چاہیے یا مال؟ اگر تم اپنے میراث کا حصہ مانگتی ہو تو ہمیشہ کے لیے ہمارا اور تمہارا رشتہ ختم، اب نہ ہم کبھی تمہیں بلائیں گے، نہ کھلائیں گے، اور نہ تمہارے پاس آئے گے، نہ تمہارے مرنے میں شریک ہونگے نہ جینے میں۔ لیکن اگر اپنا حصہ چھوڑتی ہو تو ہم تمہارے بھائی ہیں، تمہیں ہر موقع پر پوچھے گے، اور تمہاری غمی اور خوشی میں بھی شریک ہوگے، اس طرح بہنوں اور بیٹیوں پر یہ ظلم عظیم روا رکھا جا رہا ہے۔"[۱۹]

وہ معاف ہو سکتا ہے۔

۵۔ بہن کو وراثت سے محروم رکھنے کا سبب:

بلوچستان کے پشتون معاشرے میں تو اب رواج بن گیا ہے بہن اگر ایک ہو تو وہ اپنے بھائیوں سے حصہ نہیں لیتی ہے، یہاں پشتون معاشرے کے بعض لوگوں کی بات ہو رہی ہے جہاں ایک عورت اپنی زندگی بسر کر رہی ہو، وہاں یہ رواج اتنا بڑھ چکا ہے کہ کوئی عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی ہے کہ ایک عورت کا بھی جائیداد میں حصہ ہے، عورت کے زبان پر ہر وقت یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو دیتا ہے اپنے گھر میں دے دے۔ میں اپنے بھائیوں سے کچھ نہیں مانگتی یہ تو بری بات ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے یا تو جائیداد لے لو یا پھر منہ سے ایسی

بات نکالوں۔اب عورتیں ایسا ذہن کیوں رکھتیں ہیں؟اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی لاعلمی ہے۔جو علم نہیں رکھتیں کہ اللہ تعالی نے خود ان کا حصہ مقرر کیا ہے، جو عورتیں علم رکھتیں ہیں۔ان کی دوسری وجہ رشتوں کو ٹوٹنے کے ڈر سے وہ خاموش رہتیں ہیں، کہ اگر وہ وراثت میں حصہ مانگے گی، پہلے تو معاشرے کی باتوں سے مرتے دم تک یہ بات نہیں جائے گی کہ اس عورت نے اپنے بھائیوں سے حصہ مانگا تھا، تیسری سبب جبر ہے جو بھائی اپنی بہنوں پہ ڈالتے ہیں۔

۶۔جہیز وراثت میں سے نہیں :

بلوچستان کے پشتون معاشرے میں کچھ لوگ بیٹی کو میراث سے صرف اور صرف اس لیے محروم رکھتے ہیں کہ عورت اس مال کو شوہر کے گھر لے جائے گی،اس بات کی وضاحت مولانا حافظ عمران ایوب نے ان الفاظ میں کی ہے :

”جس کسی نے بھی بیٹی یا کسی اور کو (کسی وجہ سے) اللہ تعالی کے مقرر کردہ حق سے اس کی (دلی) رضامندی کے بغیر محروم رکھا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اپنی خواہشات کی پیروی کی، اس پر مبغوض عصبیت اور جاہلی حمیت کا غلبہ ہے اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور حق داروں کو ان کے حق نہ دیئے، تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“[۲۰]

کچھ لوگ ان بیٹیوں کو جائیداد میں حصہ نہیں دیتے، جن کی شادیاں ہو گئی ہے، ان کو جہیز مل گیا ہے، لہٰذا اب ان کو جائیداد میں حصہ نہیں دیا جائے گا یہ اس لیے کہ بیٹی اتنا جہیز لے گئی ہے تو اب میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں، جائیداد میں بیٹی کو حصہ نہ دینا بالکل غلط ہے۔اگر ماں باپ عورت کو جہیز میں سامان دیتے ہیں تو اس کے برعکس انہیں والدین کو اپنے بیٹے کی شادی کرانے کے لیے بہت سے اخراجات بھی ادا کرنے ہوتے ہیں۔اب بطورِ انصاف یا تو لڑکوں کو بھی جائیداد سے محروم رکھا جائے یا پھر لڑکیوں کو بھی جائیداد میں حصہ دیا جائے۔اور دوسری بات یہ ہے کہ لڑکیوں کو جہیز والد کے زندگی میں ہی دیا جاتا ہے، جب کہ میراث والد کے فوت ہونے کے بعد دیا جاتا ہے تو جو چیز والد کی وفات کے بعد دی جاتی ہے اس کی لیکن اگر کسی بہن نے اپنا حصہ خوشی سے چھوڑ دیا ہے۔اور اگر نفس اس بات پر راضی ہے کہ وہ اپنا حصہ بخش دے تو کٹوتی والد کی زندگی میں کیسے ہو سکتی ہے۔اور ترکہ تو اللہ تعالی کی طرف سے مقرر ہوتی ہے جب کہ جہیز تو مقرر نہیں ہوتی۔ بلکہ والدین حسب توفیق دیا کرتے ہیں، پس میراث جہیز کی جگہ نہیں لے سکتا۔ایک وجہ اور بھی ہے۔جس سے یہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ جہیز میراث نہیں بن سکتا، وہ یہ کہ ایک چیز کے بدلے دوسری چیز کا لینا ایک لین دین ہے، اور لین دین یعنی کاروبار دو فریقوں کے درمیان ہی طے پاتا ہے۔
تو کیا والد اور ان کی بیٹیوں کے درمیان یہ سودا ان کی وفات سے پہلے طے ہوا تھا کہ یہ جہیز تمھیں تمہارے وراثت کے بدلے دیا جاتا ہے؟

۷۔حقِ مہر بھی وراثت :

اگر کوئی مرد ایسا ہے جس نے اپنی بیوی کو حقِ مہر اس کی زندگی میں ادا نہ کیا ہو اور اسی دوران بیوی کا انتقال ہو جائے تو اب وہ مہر مرحومہ کی دوسری چیزوں کے ساتھ اس کا مہر بھی ترکہ میں تقسیم ہوگا۔یعنی اب بھی شوہر بیوی کا حق مہر ادا کریں گا، پھر اس میں سے اس کے شوہر کو بھی دیا جائے گا۔اور اولاد کو بھی اپنا اپنا حصہ ملے گا۔یا پھر شوہر نے اپنی بیوی کو حق مہر ادا نہیں کیا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔تو پھر سب سے پہلے کفن

دفن، کرنے کے بعد اس شخص پر جن لوگوں کا قرض تھا انہیں کے ساتھ بیوی کا مہر بھی ادا کیا جائے گا۔ پھر باقی میراث تقسیم کی جائے گی۔

۸۔ فوتگی یا طلاق کے بعد میراث:

یا اللہ اپنے مسلمان بندوں پر رحم فرما یہ پھر ایک نیا عذاب آیا جس میں چند لوگوں کے سوا سب پھنسنے والے ہیں، کوئی اس سے بچنے والا نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بلوچستان کے پشتون معاشرے میں نہ کسی بیوہ عورت کو اس کا حق دیا جاتا ہے اور نہ کسی متعلقہ عورت کو، اس لیے اپنے حق سے محروم رکھا جاتا ہے کہ وہ تو اپنے بچوں کے ساتھ ہے تو اس نے ہی اس کی جائیداد کو اپنے ضرورت کے مطابق خرچ کرنا ہے۔ اگرچہ علماء کرام علم رکھتے ہیں، وہ تو اپنا فرض پورا کرتے ہیں۔ اپنی بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو میراث بھی دیتے ہیں۔ ہمارے مسلمان بھائی جو لاعلم ہیں، اس لاعلمی کی وجہ سے وہ جنت کی وراثت سے محروم ہو جائے گے۔ اسی طرح علامہ قطب الدین نے اپنی کتاب ''مظاہرِ حق'' میں اس بات کو حدیث کے مفہوم کا حوالہ دے کر واضح کر دیا:

''چنانچہ آپؐ کے حدیث کا مفہوم ہے کہ جو شخص ناجائز طور پر اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی وراثت سے محروم کرے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص ابتداء ہی میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔''۲۱

اسلام اور بلوچستان کے پشتون معاشرے میں عورت کا حقِ میراث کا تقابل

اسلام نے عورت کو معاشی لحاظ سے مستحکم کیا ہے، اسلام کے علاوہ کوئی اور مذہب عورت کو وراثت کا حق نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے دو عورتوں کا حصہ ایک مرد کے برابر قرار دیا۔ جب کہ آج بلوچستان کے پشتون معاشرے نے عورت کو اپنے حصے سے محروم رکھا۔ اللہ تعالیٰ عورت کا بطور بیٹی ہونے کا حصہ اس طرح مقرر کیا کہ اگر کسی شخص کی ایک بیٹی ہو تو اس کو والد کے میراث سے آدھا ملے گا اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہو تو وہ سب دو تہائی میں برابر کی شریک ہونگی، جب کہ پشتون معاشرے میں بیٹی چاہے ایک ہو یا ایک سے زیادہ، انہیں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا، پشتون معاشرے میں یہ اب ایک عام رواج بن گیا ہے کہ اگر کسی باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز میں سامان دے دیا تو پھر اس لڑکی کو والد کی وفات کے بعد میراث سے محروم رکھا جاتا ہے وہ اس لیے کہ وہ والد کی زندگی میں ہی اپنا حصہ لے گئی ہے، جب کہ اسلام میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں ملتی کہ اگر کسی نے اپنی بیٹی کو جہیز دے دیا تو پھر اس کا حصہِ وراثت ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کو بطورِ ماں بھی حقِ وراثت سے نوازا، چاہے اس کی اولاد ہو تب بھی اور اگر اولاد نہ ہو تب بھی اس کا اپنا حصہ مقرر فرما دیا، جب کہ پشتون معاشرے میں اکثر لوگ تو اس بات سے بالکل نابلد ہے کہ ماں کو بھی حصہ دیا جاتا ہے، وہ اس لیے کہ پشتونوں کا ایک طبقہ تو اس بات سے لاعلم ہے جب کہ اکثر تو اس بات کا علم رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کا ماں ہونے کی صورت میں بھی اس کا حصہ مقرر کیا ہے، پھر بھی وہ ماں کو حقِ وراثت سے محروم رکھتے ہیں، کہ آیا ماں کا کھلانا، پلانا، اس کی بیماری اور صحت یابی میں اس کا خیال رکھنا بھی ہمارے ذمہ ہے تو اس حال میں ماں کو کس لیے حقِ میراث میں حصہ دے دیا جائے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے ایک عورت کا بیوی ہونے کی صورت میں بھی عورت کو شوہر کے میراث کا حقدار قرار دیا ہے، تو آج کے پشتون معاشرے میں بہت سے شوہر ایسے ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تو میراث رکھتے ہی ہیں، خود اس عورت کو شوہر کے کسی بھائی یا رشتہ دار سے نکاح کرا دیتے ہیں، ہمارے پشتون معاشرے میں یہ رسم بہت بری رسم ہے جو کہ میرے اندازے کے مطابق بالکل وہی رسم ہے جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں میں پائی جاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کو بہن بھی بنایا، جہاں اللہ نے عورت کو بیٹی، ماں، بیوی ہونے کی صورت میں میراث کا حقدار مقرر کیا بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عورت کا بہن ہونے کی صورت میں حصہ مقرر کیا، لیکن اس کے برعکس اگر دیکھا جائے ہمارے پشتون معاشرے کی اکثریت جو کہ ایک تو بہن کو حق میراث سے محروم رکھتے ہیں تو دوسری طرف ان پر ظلم کرتے ہیں وہ یہ کہ بہن سے صاف کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم ہم سے حقِ میراث مانگتی ہو تو تم ہماری بہن نہیں ہو ہم نہ تمہاری کسی خوشی میں شریک ہونگے نہ غم میں، اور تم ہمارے گھر آسکتی ہو، تو ان حالات کی وجہ سے بہن اپنے بھائی سے حق میراث کا مطالبہ ہی نہیں کرتیں، اگر کسی بہن نے کبھی مطالبہ بھی کیا تو اسے معاشرہ اتنے بعانے دیتی ہے اگلی عورت ایسی غلطی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی، یہ نہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور نہ ہمارے نبی ﷺ کی سنت بلکہ آج کے لاعلم اور عادت کے مجبور پشتونوں نے خود اس کو اپنا رواج بنالیا ہے۔

نتائج:

مقالہ ہذا سے دورِ جاہلیت میں عورت کو حقِ میراث نہیں دیا جاتا تھا، بلکہ خود عورت کو میراث سمجھتے تھے، عورت کا نہ کوئی مقام تھا اور نہ اس کی عزت تھی، اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس مقالہ میں اس بات کو منظرِ عام پہ لایا گیا ہے کہ مختلف اقوام و مذاہب نے بھی عورت کو نہ کبھی عزت کی نگاہ سے دیکھا اور نہ ہی اسے میراث کا حق دار ٹھہرایا۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے سب سے پہلے عورت کو مقام و مرتبہ دیا اور اسے مرد کے ساتھ حقِ میراث کا شریک ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ماں بلکہ عورت کو بیٹی، بہن اور بیوی ہر روپ میں میراث کا حقدار قرار دیا۔ اس بات کی وضاحت کی گئی کہ اسلام نے عورت کو ہر رشتے کی حیثیت سے عزت و مرتبہ بخشا۔ جب کہ آج ہمارے پشتون معاشرے میں عورت کو نہ تو اس کا حق ماں کی صورت میں دیا جاتا ہے اور نہ بہن و بیٹی اور بیوی کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ مقالہ ہذا میں اس بات کو بھی منظرِ عام پہ لایا گیا کہ بلوچستان کی پشتون عورت میراث کے حق سے بعض وجوہات کی بنا پر محروم رہی ہے۔ اس میں ایک وجہ خود عورت کی لا علمی ہے۔ یعنی بہت سی عورتیں تو اس بارے میں جانتیں بھی نہیں ہیں، کہ وہ میراث میں کتنے حصہ کی حقدار ہے۔ اور یہ حق ان پر کسی کا احسان نہیں بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کیا گیا ہے۔ لیکن بعض عورتیں جو جانتیں بھی ہیں مگر وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ معاملات خراب نہیں کرنا چاہتیں وہ اس لیے کہ بلوچستان کے پشتون معاشرے میں اس بات کو بہت عیب سمجھا جاتا ہے کہ بہن اپنے بھائی سے حقِ میراث کا مطالبہ کریں۔ پھر پشتون معاشرہ ایسی عورت کو طعنہ دیتی ہے اور اسے ملامت کرتی ہے کہ تم نے بھائیوں سے حقِ میراث وصول کیا ہے، آج کے پشتون معاشرے میں اس فتنے نے اتنی جگہ گھیر لی ہے کہ اب یہ رواج بن گیا ہے۔ تو اس ڈر سے بھی عورت حق وصول کرنے سے خاموش رہتی ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی کہ بعض جگہوں پہ تو خود بھائی بہنوں سے لکھوا دیتے ہیں کہ وہ میراث سے دستبردار ہو جائے، نہیں تو بھائی ان

سے اپنا رشتہ ختم کر دیں گے۔ تو ان حالات کو دیکھ کر بلوچستان کے پشتون معاشرے میں اکثر عورتیں اپنے حقِ میراث سے محروم رہ گئیں ہیں۔اس کے علاوہ اس مقالہ کے آخر میں عورت کے حقِ میراث اسلام اور بلوچستان کے پشتون معاشرے میں تقابل کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ادریس، مولانا، کاندھلوی: ''معارف القرآن''، ج۲، ص۱۵۱۔

۲۔القرآن، النساء:۷۔

۳۔طارق جمیل، مبلغِ اسلام: ''خواتین کے لیے اصلاحی بیانات''، ص۹۹۔

۴۔انعام الحق، مولانا، سواتی: ''انعام الباری اردو شرح سراجی''، ص ط۔

۵۔ادریس، مولانا، کاندھلوی: ''معارف القرآن''، ج۲، ص۱۵۱۔

۶۔القرآن، النساء:۱۱۔

۷۔شوکت علی، سید: ''تقسیمِ میراث''، ص۶۲۔

۸۔القرآن، النساء:۱۱۔

۹۔القرآن، النساء:۲۱۔

۱۰۔شوکت علی، مولانا، قاسمی: ''اسلام کا قانونِ وراثت''، ص۵۴۔

۱۱۔القرآن، النساء:۱۷۶۔

۱۲۔القرآن، النّساء:۲۱۔

۱۳۔انٹریو طارق مسعود، مفتی، بذریعہ ٹیلیفون، کوئٹہ، شام ۸:۰۳ بجے، ۲۴ مارچ ۲۰۱۳ع۔

۱۴۔عبدالرؤف، مفتی، مولانا، سکھروی: ''تقسیم میراث کی اہمیت''ص۱۹۴۔

۱۵۔رفیع اللہ شہاب، پروفیسر: ''اسلامی معاشرہ''، ص۱۰۳۔

۱۶۔عبدالرؤف، مفتی، مولانا، سکھروی: ''تقسیم میراث کی اہمیت''ص۱۹۵۔

۱۷۔اشرف علی، حکیم الامت، مولانا، تھانوی: ''حقوق العباد''، ص۶۴۔

۱۸۔ایضاً ص۸۶۔

۱۹۔عبدالرؤف، مفتی، مولانا، سکھروی: ''تقسیم میراث کی اہمیت''ص۱۹۴۔

۲۰۔حشمت اللہ، صدیقی: ''عورت کا مقام و مرتبہ''، مشمولہ جنگ، روزنامہِ، کوئٹہ، ۲۴ فروری ۲۰۱۳ع، ص۵۔

۲۱۔نواب قطب ادین، علامہ، دہلوی، مولانا عبید اللہؒ (مترجم): ''مظاہرِ حق''، ج سوم، ص ۲۷۱۔

مصادر و مراجع

۱۔القرآن الکریم۔

۲۔ادریس، مولانا، کاندھلوی: ''معارف القرآن''، لاہور، مکتبہ المعارف، ۱۴۲۰ھ۔

۳۔ اشرف علی، حکیم الامت، مولانا، تھانوی: ''حقوق العباد''، کراچی، استاذ جامعہ دار العلوم، ۷۲۴۱ھ۔

۴۔ انعام الحق، مولانا، سواتی: ''انعام الباری اردو شرح سراجی''، ص ط، پشاور، مکتبہ رشیدیہ، ۹۰۰۲ع۔

۵۔ رفیع اللہ شہاب، پروفیسر: ''اسلامی معاشرہ''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۸۸۹۱ع۔

۶۔ شوکت علی، مولانا، قاسمی: ''اسلام کا قانونِ وراثت'' صوابی، ادارہ فرقان، ۰۱۰۲ع۔

۷۔ ایضاً: ''تقسیمِ میراث'' لاہور، اسلامک پبلیکیشنز، سن ندارد۔

۸۔ طارق جمیل، مبلغِ اسلام: ''خواتین کے لیے اصلاحی بیانات''، کراچی، مکتبہ عمر فاروق شاہ، ۱۱۰۲ع۔

۹۔ عبدالرؤف، مفتی، مولانا، سکھروی: ''تقسیم میراث کی اہمیت''، لاہور، دینِ اسلام پبلشرز، سن ندارد۔

۱۰۔ نواب قطب ادین، علامہ، دہلوی (مصنف)، عبید اللہؒ، مولانا (مترجم): ''مظاہرِ حق''، لاہور، مکتبہ دار العلوم، سن د ندارد۔

۱۱۔ طارق مسعود، مفتی، بذریعہ ٹیلیفون، کوئٹہ، شام ۸:۰۳ بجے، ۴۲ اگست ۶۱۰۲ع۔

۱۲۔ مشمولہ: جنگ، روزنامہ، کوئٹہ، جمعہ ۴۲ فروری ۳۱۰۲ع۔

References

1. Idris, Maulana, Ka Nidhlavi: "Ma'arif al-Qur'an", vol. 2, p. 151.
2. Al-Qur'an, Al-Nisa: 7.
3. Tariq Jameel, Preacher of Islam: "Reformative Statements for Women", p. 99.
4. Inam-ul-Haq, Maulana, Swati: "Inam-al-Bari Urdu Sharh Siraji", p.
5. Idris, Maulana, Ka Nidhlavi: "Ma'arif al-Qur'an", vol. 2, p. 151.
6. Al-Qur'an, Al-Nisa': 11.
7. Shaukat Ali, Sayyed: "Takseem-e-Lishgat", p. 62.
8. Al-Qur'an, Al-Nisa': 11.
9. Al-Qur'an, Al-Nisa': 21.
10. Shaukat Ali, Maulana, Qasmi: "Islamic Law of Inheritance", p. 54.
11. Al-Qur'an, Al-Nisa: 671.
12. Al-Qur'an, Al-Nisaa: 21.
13. Interview with Tariq Masood, Mufti, by telephone, Quetta, 03:8 PM, 42 March 2012.
14. Abdul Rauf, Mufti, Maulana, Sukhravi: "Importance of distribution of heritage" p. 491.
15. Rafiullah Shahab, Professor: "Islamic Society", p. 301.
16. Abdul Rauf, Mufti, Maulana, Sukhravi: "Importance of distribution of inheritance" p. 591.
17. Ashraf Ali, Hakeem al-Umat, Maulana, Tha Nawi: "Huquq al-Abad", p. 46.
18. Ibid, p.86.
19. Abdul Rauf, Mufti, Maulana, Sukhravi: "Importance of distribution of heritage" p. 491.
20. Hashmatullah, Siddiqui: "Woman's place and status", Takhtaba Jang, Rooznama, Quetta, 42 February 3102 AD, p.5.
21. Nawab Qutb Udin, Allama, Dehlavi, Maulana Ubaidullah (Translator): "Mazahir-e-Haq", Volume III, p. 172.